صاحبزادہ نواب صلابت جاہ

مرتبہ

محمد نورالدین خان

نام کتاب : صاحبزادہ نواب صلابت جاہ

مرتبہ : محمد نورالدین خان

کتابت : حمید حیدرآبادی

تعداد اشاعت : (۴۰۰) چارسو

طباعت : اعجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

ناشر

محمد نورالدین خان - دیوڑھی نواب اشرف جنگ مرحوم
چبوترہ سید علی - حیدرآباد دکن
مکان نمبر 20-6-356

گفتهٔ غالب!

ہرچہ آزادگان بشہزادگان فرستند نذر ست، ہرچہ شاہزادگان بہ آزادگان بخشند تبرک ۔ بیع و شرا نیست چون و چرا نیست!



شہزادہ نواب صلابت جاہ

نذر

میں اس کتاب کو نہایت ادب و عقیدت و نیازمندی
سے اعلیٰ حضرت غفراں مکاں نواب میر محبوب علی خان آصف جاہ
سادس کے نام نامی پر معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

خاکسار

محمد نور الدین خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن

جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا

شانِ تالیف

شہزادہ مرحوم نواب صلابت جاہ پر کچھ لکھنے کی وجہ تحریک یہ ہوئی کہ راقم نے اپنے عمّ محترم جناب محمد کریم الدین خان صاحب مرحوم (سابق تحصیلدار ورنگل) کی ایک ڈائری میں نواب صلابت جاہ کی تاریخ وفات لکھی ہوئی دیکھی اور اسی کے ساتھ شہزادہ مرحوم کی سال گرہ پر اعلیٰ حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خان کا ایک قصیدہ نظر سے گذرا جو شہزادہ سے اعلیحضرت مرحوم کے قلبی تعلق اور جذباتی لگاؤ نیز امراء اور درباریوں کی عزت و توقیر کا بڑا متاثر کن مرقع ہے۔ قصیدہ کے اس تاثر نے مجھے آمادہ کیا کہ میں اعلیٰ حضرت غفرانمکان کے اس محبوب شہزادہ کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔

بچپن سے اتنا تو میں سنتا رہا کہ نواب صلابت جاہ اعلیٰ حضرت مرحوم نواب میر عثمان علی خان نظام الملک آصف جاہ سابع کے علاتی بھائی تھے جن کا انتقال جولائی میں ہوا اور یہ بھی بزرگوں سے اکثر سنا کیا کہ ان کی میت کے ساتھ حضور نظام بیگم پیٹھ سے مکہ مسجد تک پا پیادہ آئے تھے بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

میرے دل میں اس خواہش نے سر ابھارا کہ صلابت جاہ کے مزید معلومات دریافت کروں کہ زمانہ بھی کچھ ایسا دور کا نہیں بس یہی پچاس سال اُدھر کی بات ہے اُس دور میں جو لوگ بہ ثبات عقل و ہوش موجود تھے ان میں سے اکثر آج بھی بقید حیات

ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ بعض معتبر اصحاب کے معلومات شہزادہ صلابت جاہ کے بارے میں بہت ہی محدود اور متضاد ہیں! اب تو میرا شوقِ تحقیق اور بڑھ گیا۔ میں اس دور کی تاریخی کتابوں اور رسالوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھا لیکن باوجود تلاش بسیار چند روایتی جملوں سے زیادہ کچھ نہ پایا۔ البتہ صاحب "بستان آصفی" مانک راؤ وٹھل راؤ نے شہزادہ کی پیدائش، عقیقہ اور خطاب وغیرہ کے بارے میں کچھ واقعات لکھے ہیں۔ حضور آصف سابع کے جشن سلور جوبلی کے یادگار موقع پر "مرقع جشن عثمانی" کے نام سے جناب محمد ناضل صاحب مرحوم نے ایک ضخیم، باتصویر اور دیدہ زیب کتاب مرتب و شائع کی تھی جو خانوادہ آصفیہ کے بادشاہوں، شہزادوں، امراء اور عہدہ داروں کے حالات اور تصاویر سے یہ مرقع مزین ہے لیکن حیرت ہے کہ اس مہتم بالشان کتاب میں بھی شہزادہ صلابت جاہ کا کہیں کچھ ذکر نہیں نہ ان کی تصویر ہے مزید برآں یہ کہ اس مرقع میں ان تمام شہزادوں اور ارکان دولت کے ناموں کی طویل فہرست موجود ہے جن کو اعلیٰ حضرت آصف سابع نے خطابات عطا فرمائے تھے لیکن معلوم نہیں کیوں شہزادہ صلابت جاہ کا نام اس فہرست میں نظر انداز ہوا حالانکہ "نواب صلابت جاہ بہادر" کا خطاب خود آصف سابع کا عطا کردہ ہے مسٹر مدیراج کا دو جلدوں میں ضخیم انگریزی تذکرہ پکٹوریل حیدرآباد تحقیقی اور مشہور ہے اس میں اگرچہ نواب صلابت جاہ اور ان کے بھائی نواب بسالت جاہ بہادر کی تصاویر ملتی ہیں لیکن مولف مذکور نے تصاویر کی تشریح کرتے ہوئے خلاف واقعہ نواب بسالت جاہ بہادر کو اعلیٰ حضرت غفران مکاں کا دوسرا اور نواب صلابت جاہ کو تیسرا شہزادہ بتایا ہے حالانکہ یہ تذکرہ سنہ ۱۹۳۴ء میں مرتب و شائع ہوا اور یہی سنہ نواب صلابت جاہ کا سنہ وفات ہے!

میں واقعات کی ٹوہ میں جناب ہدایت علی خان متدوزئی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ موصوف اس وقت باقیات الصالحات میں ہیں جو تاریخ دکن اور خاص کر آصف جاہی دور کی منہ بولتی تاریخ ہیں۔ صاحب موصوف نے بڑی خندہ پیشانی سے نہ صرف شہزادہ کے تعلق سے بہت سی کام کی باتیں بتلائیں بلکہ اپنے ذخیرہ سے شہزادہ کے بچپن کی تصاویر بھی مرحمت کیں۔

حضرت نے مجھ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ نواب صلابت جاہ پر جو کچھ بھی لکھوں کتابی صورت میں شائع کر کے دوستوں میں ہدیتہً تقسیم کر دوں۔

مرحلۂ شوق یہیں ختم نہیں ہوا۔ میرے شوق تجسس نے مزید دشواریوں کی پرواہ کئے بغیر بنجارہ ہلز کے نشیب و فراز طئے کرائے اور مجھے "حیدر منزل" پہنچا دیا جو شہزادہ کے مخلص ترین دوست جناب آغا حیدر حسن مرزا دہلوی مرحوم کی قیام گاہ ہے اور یہیں آغا صاحب کے شاگرد و خویش جناب معظم حسین صاحب (آئی۔ سی۔ ایس) سکونت پذیر ہیں۔ فون پر جب میں نے ان سے ربط قائم کیا تو صاحب موصوف نے بڑے با اخلاق انداز میں اپنے بنگلہ پر آنے کی اجازت دی۔ حیدر آباد میں جناب معظم حسین صاحب کی بہت ہی معروف شخصیت ہے جو نواب فخر الملک بہادر کے پوتے اور نواب رئیس جنگ بہادر کے صاحبزادہ اور ملک کے ایک قابل سپوت و مشہور عہدہ دار ہیں۔ اعلیٰ قابلیت کی وجہ یو۔ این۔ او (ادارہ اقوام متحدہ امریکہ) میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اہم خدمات انجام دیئے۔ حیدر آبادی تہذیب اور شائستگی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ از راہ علم دوستی کافی دیر تک مجھے شرف ملاقات بخشا اور تا بہ حد علم جو قیمتی معلومات فراہم کئے اس سے اس تالیف کی تکمیل میں بڑی مدد ملی۔

حیدر آباد کی ایک یادگار زمانہ شخصیت جناب ہرمزجی کاؤس جی ہیں، قطب شاہی دور ہو یا آصف جاہی عہد اس بارے میں آپ کا فرمودہ ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ناچیز کو جب کبھی اپنی تحقیقی کوشش میں کوئی الجھن پیش آتی ہے تو یہ گتھی آپ ہی کی لب کشائی سے سلجھ جاتی ہے۔ دوران تحریر بعض عقدہ ہائے لاینحل کی عقدہ کشائی آپ ہی کی رہین منت ہے۔

خاندان سالار جنگ کے چشم و چراغ اور حضور آصف سابع کے خویش عزیز جناب علی پاشاہ الخاطب بہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر جو حیدر آباد کی تہذیبی روایات اور وضع داری کے مظہر ہیں خاندان آصف جاہی سے قرب و تعلق کی وجہ راز ہائے درون خانہ کے آپ سے بڑھکر کوئی امانت دار نہیں۔ بڑی سادگی اور خوش اخلاقی سے مجھے شرف ملاقات بخشا اور بعض تحقیق طلب مسائل میں اپنی اصابت رائے سے مطمئن کیا۔

ایک سال تک جس بات کی تحقیق کے لئے سرگرداں رہا وہ مولوی محمد مظفر علی صاحب مدیر "صحیفہ" سے مل کر معلوم ہوئی۔ موصوف نے ایک علمی کام میں میری اس طرح مدد کی کہ اخبار صحیفہ کے بعض نایاب قدیم فائیل اپنے دفتر میں دیکھنے کی بخوشی اجازت دی۔

میرے برادر عزیز محمد صلاح الدین غوری صاحب اور نواب احمد یار جنگ بہادر خلف الرشید نواب لطف الدولہ مرحوم نے اس خصوص میں اہم شخصیتوں سے میرا تعارف کراکے میرے مشکلات کو آسان کیا۔

میں جب کبھی اپنی تحقیقاتی سرگرمیوں سے عاجز آکر بیٹھ جاتا تو میرے دوست عزیز جناب سید عبدالحفیظ صاحب، مسٹر ابراہیم شریف اور مولوی عبدالقادر صاحب اورنگ آبادی یہ کہہ کے میری ہمت بڑھاتے کہ تھوڑی کوشش اور کر بس اب ع

دو چار ہاتھ اب تو لب بام رہ گیا !

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے بھائی محمد بدر الدین خان کا مجھے ہر وقت یہ کہنا کہ "آپ اس عنوان پر کچھ نہیں لکھ سکتے کہ ایں خیال است و محال است و جنون" فی الحقیقت یہ سب کچھ لکھنے کے جنون میں مبتلا کر دیا اور یہ قلمی کاوش اس جنون کا ثمرہ ہے۔

میرے عنایت فرما دوست اور مشہور صحافی جناب شبلی یزدانی صاحب کی رہنمائی اس تالیف کی تکمیل کی ضامن ہے۔ بعض اہم ماخذ کی نشان دہی اگر آپ نے نہ کی ہوتی تو یہ تالیف ادھوری اور ناکمل رہتی نہ صرف یہ بلکہ مجھ تک تحقیق کی نگارشں کو بنظر اصلاح دیکھا اور زبان و بیان کی غلطیاں درست کیں

غرضکہ ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے ہر مرحلہ پر ہر طرح سے اس ادبی اور تحقیقی کام میں میری علمی و قلمی معاونت سے کبھی دریغ نہیں کیا اور اس سے دلچسپی لیتے رہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اہل نظر و تحقیق ان اوراق کو چاہے جس نظر سے دیکھیں یہ مجھے یوں عزیز ہیں کہ یہ میری طالب علمانہ تحقیق کی کوشش و کاوش کا ایک مسرت بخش سرمایہ ہیں۔!

محمد نور الدین خان
دیوڑھی نواب مشرف جنگ مرحوم
چبوترہ سید علی - ۳۵۶-۶-۲۰
حیدرآباد - دکن

۲ رمارچ ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ حضرت غفراں مکاں میر محبوب علیخاں کے صاحبزادے

اعلیٰ حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ ششم کو مختلف البطن دس صاحب زادے اور چھ صاحب زادیاں تولد ہوئیں۔ سب سے پہلے صاحب زادی نظام النسا بیگم سنہ ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوئیں جب کہ حضور غفران مکان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ صاحب زادوں کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱۔ میر فاروق علی خان
۲۔ میر عثمان علی خان
۳۔ صاحب زادہ ---- بغیر نام
۴۔ میر صدیق علی خان
۵۔ صاحب زادہ ----- بغیر نام
۶۔ صاحب زادہ ---- بغیر نام
۷۔ میر حیدر علی خان
۸۔ میر غلام محی الدین علی خان
۹۔ میر احمد محی الدین علی خان
۱۰۔ میر محمد محی الدین علی خان

متذکرہ ناموں میں نمبر ۱۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷ اور ۸ کا انتقال اعلیٰ حضرت غفران مکان کے حین حیات کمسنی میں ہوگیا البتہ تین شہزادے نمبر ۲۔ ۹ اور ۱۰ آپ کی وفات کے بعد بھی بقید حیات رہے۔ نواب میر فاروق علی خاں پہلے صاحب زادے تھے جو سنہ ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور ولی عہد سلطنت قرار پائے محلات شاہی میں چراغاں ہوا اور

وارث تخت وتاج کی آمد پر جشن منایا گیا۔ توپیں سر ہوئیں ایک یوم کی تعطیل کا اعلان ہوا۔ خواص وعوام نے بھی خوشیاں منائیں لیکن اس شہزادے کو صرف تین ہی سال کی مہلت زندگی ملی اور سنہ ۱۳۰۴ھ میں زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ لیکن اس شہزادے کے انتقال سے قبل فرزند بلند اقبال میر عثمان علی خان سنہ ۱۳۰۳ھ تولد ہو چکے تھے۔ سوائے اس شہزادے کے اسوقت کوئی اور شہزادہ موجود نہ تھا کیونکہ دوسرے شہزادے عہد طفولیت ہی میں داغ مفارقت دے گئے تھے کہ قسام ازل نے وارث تخت وتاج آصفی ہونے کا فیصلہ شہزادہ میر عثمان علیخان کے حق میں دے دیا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے دو نکاح :

اعلیٰ حضرت غفران مکان نے اپنی وفات سے تقریباً چار سال قبل سنہ ۱۳۲۵ھ میں دو نکاح کئے تھے جن میں سے ایک محل کا نام اجالا بیگم صاحبہ اور دوسری محل کا نام راحت بیگم صاحبہ عرف چھوٹی بیگم صاحبہ ہے۔ ہر دو محلات کا نکاح حضرت سید عبدالرحمٰن بغدادی صاحبؒ نے پڑھا تھا۔

مرشد زادہ نواب میر احمد محی الدین علی خاں کی پیدائش :

جناب اجالا بیگم صاحبہ کے بطن سے شنبہ ۹ رجب ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) حویلی قدیم میں دن کے بارہ بجے مرشد زادہ میر احمد محی الدین علی خاں تولد ہوئے۔ حسن اتفاق سے اس سال شنبہ ۱۵ ذی قعدہ گیارہ بجے شب قصر حویلی قدیم میں دوسرے محل جناب راحت بیگم صاحبہ سے ایک اور صاحب زادے تولد ہوئے جن کا نام میر محمد محی الدین علی خان تجویز ہوا۔

شہزادہ کی پیدائش پر جشن :

جب شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان پیدا ہوئے تو سرکار حکومت کی جانب سے اس مسرت میں اکیس ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ امرائے عظام نے بارگاہ خسروی میں نذریں گذرانیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جتنے بھی شہزادے مشکوئے معلیٰ میں پیدا ہوئے ساری ریاست میں ایک یوم کی تعطیل دی گئی لیکن اس شہزادے کی پیدائش کی



اعلیٰ حضرت غفران مکان شہزادہ صلابت جاہ کے ساتھ

خوشی میں دزایوم تعطیل عام کا اعلان ہوا۔ دستور کے مطابق شعراء نے شہزادے کی پیدائش پر تاریخی قطعے اور قصیدے لکھے دکن کے استاد سخن حضرت مظفر الدین معلیٰ نے جن کو دربار شاہی میں رسوخ تھا اور شاعری میں مدار المہام مہاراجہ کشن پرشاد شاد کے استاد تھے یہ قطعہ تاریخ لکھ کر گذرانا تھا ؎

دیا حق نے اک اور فرزند شہ کو　　ہو عمر اسکی با جاہ دولت زیادہ
کرو عرض سال تولد معلیٰ　　شہا یہ مبارک تجھے شاہزادہ

۱۳۲۵ھ

شہزادہ میر محمد محی الدین علی خاں بھی چونکہ اسی سال تولد ہوئے تھے اس موقع پر حضرت معلیٰ نے یہ تاریخی قطعہ تہنیت گذرانا ؎

دو شہزادے دیئے خالق نے اس سال　　خوشی کا جشن ہو دونا مبارک
سنہ مولد معلیٰ نے کیا عرض　　دو شہزادے تجھے شاہا مبارک

۱۳۲۵ھ

متذکرہ تاریخیں حضرت معلیٰ کے دیوان "ریاض معلیٰ" میں موجود ہیں۔

شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان کے رسوم ولادت شاہانہ طریقہ پر انجام پانے کی تفصیل کتب تواریخ میں ملتی ہے۔ جناب اللہ رکھی بیگم (محل اعلیٰ حضرت معفرت منزل نواب افضل الدولہ) نے شہزادہ کی ولادت کی خوشی میں ۱۵ ارشعبان ۱۳۲۵ھ سرکار میں مانجہ داخل کیا تھا۔

چلہ اور عقیقہ

شہزادہ کے چلہ کے رسوم ۱۹ ارشعبان ۱۳۲۵ھ محل میں دھوم دھام سے ہوئے مشہور تاریخ بُستان آصفی میں لکھا ہے کہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ روز شنبہ دن کے چار بجے قصر حویلی قدیم میں صاحب زادہ میر احمد محی الدین علی خان کا عقیقہ ہوا اور دو اصلاح ساز و ذاکرنی کو سو روپیہ انعام دیا گیا۔

شہزادہ سے اعلیٰ حضرت کی چاہت و محبت

دونوں شہزادوں میر احمد محی الدین علی خان اور میر محمد محی الدین علی خان اعلیٰ حضرت غفران مکان کو بہت عزیز تھے خاص کر میر احمد محی الدین علی خان کو بہت چاہتے تھے۔ کئی تصاویر میں اعلیٰ حضرت غفران مکان ان دونوں شہزادوں کو گود میں لئے بیٹھے ہیں۔ ایک تصویر میں ان شہزادوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ایک میں شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان کو گود میں لئے ہوئے ہیں۔ مہاراجہ کشن پرشاد پیشکار و مدار المہام تھے۔ ڈیوڑھی پر سلام کو حاضر ہوتے اور حضور کا اپنے شہزادوں کے ساتھ لاڈ پیار کا انداز دیکھتے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ چنانچہ ایک تصویر سے متاثر ہوکر یہ قطعہ لکھ کر گزرانا ؎

اُتر دائی تصویر آصف نے آج
پسر کر لئے گود میں مرحبا

سلامت یہ سلطان عالی حشم
سلامت یہ شہزادہ مہ لقا

دونوں شہزادوں کی تصویر دیکھ کر یوں مدح سرائی کی ؎

فرزند شہ قلعہ شکن ہیں دونوں
ہیں سرو سہی دل کے چمن کے دونوں

کیا شان کیا آن ہے کیا حسن و جمال
یوسف ہیں یہ کنعان دکن کے دونوں

شہزادہ کی سال گرہ

دوسرے شہزادوں اور شہزادیوں کی سال گرہ ہوتی تھی لیکن محلات کی حد تک یہ تقریب انجام پاتی تھی۔ صرف ایک شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان کی تقریب سال گرہ ایسی تھی جس میں حضور نظام خاص دلچسپی لیتے تھے اور شاہانہ اہتمام ہوتا تھا۔ اس سال گرہ کا جشن کبھی قصر فلک نما کبھی قصر حویلی قدیم میں منعقد ہوتا تھا۔ باقاعدہ ڈنر کے دعوت نامے رزیڈنٹ بہادر۔ امرائے عظام، عہدہ داران اور اقربائے سرکار کو بھجوائے جاتے تھے مہاراجہ شاد بادشاہ سے بڑی قلبی وابستگی رکھتے تھے وہ بادشاہ کے شریک غم بھی تھے اور شریک مسرت بھی۔ حسب موقع و محل اپنے جذبات کا اظہار اشعار میں کیا کرتے۔ شہزادہ

کی تہنیت جشن سال گرہ پیش کرنے کی سعادت یوں حاصل کی ؎

شہزادۂ ذی شان کی ہے سال گرہ
آصف کے دل و جان کی ہے سال گرہ

اس دن کے لئے گنتے تھے گھڑیاں ہم شادؔ
واللہ بڑے ارمان کی ہے سال گرہ

"آصف کے دل و جان" کہہ کے مہاراجہ شادؔ نے بتلا دیا کہ بادشاہ کے دل میں شہزادہ کا کیا مقام ہے! خود شہزادہ سے حضور والا تبار کا قلبی لگاؤ اس سے ہوتا ہے کہ رجب سنہ ۱۳۲۷ھ میں شہزادہ کے جشن سال گرہ میں حضور بندگان عالی نے خاص خاص امراء کو ڈنر پر مدعو کیا اور اس مسرت کے موقع پر خود اپنا طبعزاد قصیدہ سنایا۔ اس قصیدہ کے اشعار سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بادشاہ وقت کے دل میں اپنے امراء۔ درباریوں اور عہدداروں کی کتنی وقعت و توقیر تھی۔ یہ قصیدہ نیک دل بادشاہ کے جذبات محبت و قدر دانی کا مرقع ہے ؎

مرحبا! ہے آج کے دن کس قدر جوش بہار
غنچہ دل کو کھلاتی ہے نسیم مشکبار

آج ہے روز ولادت میرے نور عین کا
آج کیسے سرخ رو ہیں میرے لعل شہوار

کیا مبارک روز ہے کیا وقت ہے کیا جشن ہے
شکر باری آج آتا ہے زبان پر بار بار

یہ خوشی کی انجمن ہے یہ خوشی کا وقت ہے
شمع سے کہہ دو نہ ہونا آج کی شب اشکبار

آج خوش ہو کر مبارک باد دینے کے لئے
حاضر دربار ہیں سب جاں نثار با وقار

پیشکار خاص یعنی شادؔ ہیں دل شاد آج
ذات پر جنکی قیام سلطنت کا ہے مدار

افتخار الملک بھی ہیں اس مسرت میں شریک
لطف شاہی سے بڑھا ہے آج جن کا افتخار

خان خاناں بھی ہیں فیض آصفی سے بہرہ ور
اور فخر الملک بھی ہیں فخر کرتے بار بار

یہ معین الدین خاں ہیں اور وہ سالار جنگ
ہے خوشی سب کی جبین سے آشکار

افسر الملک افسر افواج سلطانی جو ہیں
ذی وجاہت مولوی احمد حسین نامدار

ڈاکٹر حیدر ملا ہے جن کو لقمان کا خطاب
اور عثمان یار الدولہ کاردان وکارگزار

خوش نویس خاص جن کے نام میں محمود ہے
اور میاں صاحب جمال نیک دل ذی اعتبار

خیر خواہ دولت شاہی جو ہیں سرتاج جنگ
سب کے سب ہیں حاضر دربار والا اقتدار

سامنے اپنے وفاداروں کا مجمع دیکھ کر
جوش الفت سے پھڑک اٹھتا ہے دل بے اختیار

سب کے سب ہم سے ہیں اور سب سے ہم کو ہے خوشی
ان کو اور ہم سب کو رکھے خوش خدائے کردگار

جن امرائے دربار کے نام اشعار میں مذکور ہیں وہ خطاب یافتہ مشہور امیر تھے بعض ایسے امیروں کے نام آئے ہیں جن کو اس وقت خطابات سے سرفرازی نہیں ہوئی تھی جیسے معین الدین خان اور مولوی احمد حسین جو بعد میں علی الترتیب معین الدولہ اور سر امین جنگ کے خطابات سے مشرف ہوئے۔ حضور نے اپنے خوش نویس خاص کا نام لے کر عزت بڑھائی

بتقریب جلسہ سالگرہ مبارک صاحبزادہ نواب میر محی الدین علیخانصاحب

حسب الحکم اقدس اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور پرنور دام سلطنتہ نگارش ہے کہ

حکیم رحمت اللہ صاحب

تاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ روز شنبہ شب کے آٹھ بجے

بمقام فلک نما کاسل ڈنر میں شریک ہوں

In honour of Sahibzada Saheb Nawab Mir Ahmed Mohiuddin Ali Khan Bahadur Birthday



Falaknuma Castle

The Aide-de-Camp in Waiting

is commanded by

His Highness the Nizam

to invite

Hakim Rahmat Ullah Saheb

to Dinner on ~~Sunday~~ Tuesday 11th 8th July at 8 o'clock.

R.S.V.P.
to A.D.C. in Waiting.

ان کا نام محمود نواز خان تھا اپنے ماموں استاد شہ مظفر الدین (امیر یار جنگ) کے بعد شاہی خوش نویس مقرر ہوئے خوش نویسی کے استاد تھے معجز رقم خطاب تھا۔ بعض لوگ ہوتے ہیں جن پر قسمت ناز کرتی ہے اور دیکھنے والے رشک۔ جمال صاحب میاں بھی ان ہی خوش نصیبوں میں تھے۔ کہنے کو تو وہ نواب افضل الدولہ کے شاگرد پیشہ تھے۔ محبوب علی پاشاہ کی بچپن میں خدمت کی تھی گود میں کھلایا تھا۔ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن الطاف شاہانہ کی بدولت غفران مکان کے بے تکلف انیس جلیس اور مدت العمر ہمراز بنے رہے۔

سال گرہ کا دعوت نامہ

شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان کی سال گرہ کا ایک دعوت نامہ اردو اور انگریزی میں اس وقت پیش نظر ہے۔ یہ کارڈ بنام حکیم رحمت اللہ خان اجراء ہوا ہے حکیم صاحب شاہی طبیب تھے اور حیدرآباد میں "کالے حکیم" سے مشہور تھے حکیم صاحب کے فرزند زادہ جناب وحید الدین خان صاحب وظیفہ یاب انسپکٹر آبکاری نے ازراہ مہربانی یہ کارڈ راقم الحروف کے حوالے کیا۔ اعلیٰ حضرت غفران مکان کا انتقال ۴ رمضان ۱۳۲۹ھ کو ہوا۔ کارڈ کی تاریخ ۴ رجب سنہ الیہ سے ظاہر ہے کہ حضور مرحوم و مغفور نے اپنے شاہزادہ کا جشن سال گرہ اپنے انتقال سے تخمیناً دو مہینے پہلے منعقد کیا تھا۔ گویا بادشاہ کی جانب سے اپنے شاہزادہ کی یہ آخری سال گرہ تھی۔ اس کارڈ پر نواب افسر جنگ کے دستخط بہ حیثیت ایڈیکانگ ثبت ہیں۔

محل کے اندرونی حالات

اگرچہ نواب میر عثمان علی خان باقاعدہ ولی عہد سلطنت تسلیم کر لئے گئے تھے۔ لیکن حضور والا کے غیر معمولی التفات و اظہار وابستگی سے بعض اہل دربار کو یہ گمان ہونے لگا تھا کہ آئندہ وارث تخت و تاج شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان ہی ہوں گے۔

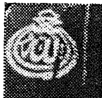
ادھر اپنے شہزادہ کے لئے اعلیٰ حضرت غفرانمکان پر جناب اجالا بیگم صاحبہ کا دباؤ بڑھ رہا تھا کہ وہی آیندہ تخت آصفی پر متمکن ہوں۔ اُدھر ولی عہد سلطنت میر عثمان علی خان کا طرف دار گروپ محل کی اندرونی سرگرمیوں سے غافل نہ تھا۔ محل کے ان ہی واقعات اور سازشوں سے اعلیٰ حضرت غفرانمکان متاثر اور دل برداشتہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی صحت میں انحطاط آنے لگا۔

حضور غفران مکان کا انتقال

یہی کچھ حالات تھے جن کی وجہ سے حضور غفرانمکان نے پہلے دکن کے مشہور بزرگ حضرت بابا شرف الدینؒ کے مزار واقع پہاڑی شریف پر سکونت اختیار کی اور بعد کو قصر فلک نما آگئے۔ یہیں اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور وہ ۴ رمضان سنہ ۱۳۲۹ھ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اس موقع پر فوراً ہی مہاراجہ شادؔ نواب شہاب جنگ اور افسر جنگ کی حکمت عملی نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر آصف جاہی حکومت کا تاج شہزادہ میر عثمان علی خان کے سر پر رکھا اور سارے شہر میں ان کی بادشاہت کی منادی کرادی تاکہ کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

اعلیٰ حضرت غفرانمکان کے انتقال کے بعد

اعلیٰ حضرت غفرانمکان کے انتقال کے وقت دونوں شہزادوں میر احمد محی الدین علی خان اور میر محمد محی الدین علی خان کی عمر یہ چار سال کی تھیں نئے بادشاہ نواب میر عثمان علی خان نے اپنے دونوں سوتیلے بھائیوں اور سوتیلی ماؤں کو اپنے سے قریب اور نظروں کے سامنے رکھنا پسند کیا چنانچہ غفرانمکان کے انتقال کے بعد ۸ رمضان ۱۳۲۹ھ سہ شنبہ دونوں شہزادے مع اپنی اپنی والدہ ماجدہ قصر حویلی قدیم سے عدن باغ منتقل ہوگئے۔



شہزادہ صلابت جاہ اعلیٰ حضرت غفران مکان کے ساتھ

شہزادوں کی تسمیہ خوانی

نواب میر عثمان علی خان تخت نشین (۲۹ ر اگسٹ ۱۹۱۱ء) ہونے کے بعد اپنی علاتی ماؤں، بھائیوں اور بہن احمد النساء بیگم (جو جناب اجالا بیگم صاحبہ کے بطن سے ۲۹ ر صفر ۱۳۲۸ھ حویلی قدیم میں پیدا ہوئیں تھیں) کا بہت خیال رکھا ان کے مرتبہ اور شان میں کوئی فرق آنے نہ دیا چنانچہ میر احمد محی الدین علی خان کی تسمیہ خوانی ۱۴ ر ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۹ھ روز دوشنبہ عدن باغ میں شاہانہ طریقہ سے اپنی سرپرستی میں انجام دی۔ حضرت عبدالرحمن بغدادیؒ نے صاحب زادہ کو بسم اللہ پڑھائی۔ حضور خود بنفسِ نفیس اس مبارک تقریب میں مع بیگمات شریک ہوکر محفل کو رونق بخشی۔

شہزادہ کی تعلیم و تربیت

حضور نواب میر عثمان علی خان کو اپنے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کا ہمیشہ خیال رہا۔ دونوں شہزادوں کی تربیت کے لیے بہ حیثیت اتالیق مولوی محمد ابراہیم صاحب (صدر مخزیہ) کا تقرر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ عمل میں آیا۔ حضرت حافظ مولوی انوار اللہ خان صاحب المخاطب نواب نضیلت جنگ ۱۳۳۳ھ اورنگ آباد کے سفر میں اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان کے ہم رکاب تھے انہوں نے جو خط اورنگ آباد سے حضرت مظفر الدین صاحب معلیٰ کو لکھا وہ "ریاض معلیٰ" میں موجود ہے:-

مکرم و معظم دام عنایتہ۔ السلام علیکم

آج ہی اعلیٰ حضرت خلد اللہ و ملکہ درگاہوں کو تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی موٹر میں ہمراہ تھا۔ شاہ علی صاحب نہری قدس سرّہ کی زیارت سے فارغ ہوکر حضرت شاہ نور حموی قدس سرہ کی درگاہ کو تشریف لے جارہے تھے اس وقت مجھ سے پوچھے "معلیٰ صاحب کہاں ہیں" مجھے تعاقلّ ہوا کہ کن کا حال دریافت فرمارہے ہیں کیوں کہ ان دنوں آپ کا ذکر نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد فرمائے "مظفر الدین صاحب کہاں ہیں"۔ میں نے عرض کیا وہ

حیدرآباد میں ہیں۔ فرمائے "میں اپنے بھائیوں کی استادی کے لیے ان کو تجویز کیا ہوں۔ حیدرآباد جاکر پڑھائی شروع کردی جائے گی" میں نے اس وقت کہا ماشاء اللہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہے کہ کتنے روز کے بعد آپ نے ان کا نام اور تخلص یاد رکھ کر یہ تجویز فرمائی۔

سشرح دستخط نواب نصیلت جنگ

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

حضور نظام نے حضرت معلیٰ کو اپنے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر فرمایا تھا لیکن جناب معلیٰ نے سرکار سے بوجہ پیرانہ سالی معذرت چاہی۔

حضور نظام کو ان شہزادوں کی تعلیم کا برابر خیال رہا اور اپنی نگرانی میں ان کی تعلیم کا بندوبست کیا۔ اردو۔ فارسی اور انگریزی تعلیم کے لئے قابل ترین اساتذہ مامور ہوئے۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ دوشنبہ دونوں شہزادوں کی تعلیم مولوی انوار اللہ خان صاحب (نواب فضیلت جنگ) کے سپرد کی گئی علوم دینیہ میں فقہ، حدیث اور تفسیر قرآن شریک درس رہے۔ انگریزی تعلیم کے لیے بھی قابل ترین اساتذہ مقرر ہوئے۔ مسٹر پرنڈر گھاسٹ پرنسپل نظام کالج کو شہزادوں کا اتالیق بنایا اور مسٹر ہیوگاف وظیفہ یاب ناظم کوتوالی اضلاع سرکار عالی کو شہزادہ میر احمد محی الدین علی خاں کا کنٹرولر اور نگران کیا بعد کو اس خدمت پر مارڈیوک پکتھال مشہور اہل قلم و مترجم قرآن مقرر ہوئے اگرچہ شہزادوں نے کسی مدرسہ یا کالج میں شریک رہ کر تعلیم حاصل نہیں کی لیکن قابل اساتذہ کی تعلیم و تربیت کی بدولت علوم مشرقی و علوم مغربی سے بہرہ ور ہوئے اور انگریزی بول چال میں مہارت کلی حاصل کی تھی۔

خطاب

مولف بستان آصفی کا بیان ہے کہ ملک معظم قیصر ہند سے اعلیٰ حضرت آصف سابع کو یکم جنوری ۱۹۱۸ء "ہزاگزالٹیڈ ہائی نس" کا خطاب مرحمت ہوا تھا اسکی تقریب مسرت میں اعلیٰ حضرت نے ۳۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) ایک دربار منعقد فرماکر

جس طرح اپنے دونوں فرزندوں میر حمایت علی خان کو اعظم جاہ اور میر شجاعت علی خان کو معظم جاہ کا خطاب عطا کیا تھا اور دوسرے اعزازات سے نوازا اسی طرح اس دربار میں اپنے بھائیوں شہزادہ میر احمد محی الدین علی خان کو نواب صلابت جاہ اور شہزادہ میر محمد محی الدین علی خان کو نواب بسالت جاہ کا خطاب دیا اور عماری مع مورچل، پالکی جھالردار مع علم و نقارہ ماہی مراتب نوبت، روشن چوکی، خلعت مرصع ہفت پارچہ کے اعزازات عطا کر کے ان کے مرتبہ میں اضافہ کیا۔ اس وقت ان شہزادوں کی عمر گیارہ گیارہ سال تھی۔

سفر یورپ وغیرہ

نواب صلابت جاہ یورپ کے سفر پر بھی روانہ ہوئے جناب سید علی اکبر اس وقت صدر مہتمم مدارس بلدہ تھے اور سرکار عالی کی جانب سے شہزادہ کے ہمرکاب رہے۔ اس کے علاوہ حضور نظام آصف سابع کے دلّی، کلکتہ، مدراس، بنگلور اور میسور کے سفر شاہانہ میں ہر دو شہزادوں نواب صلابت جاہ اور نواب بسالت جاہ کو ہمرکابی کا شرف رہا۔ نیز جملہ سرکاری تقاریب میں سرکاری اعزاز کے ساتھ شریک رہتے تھے۔

منتقلی مکان

ایک زمانہ بعد نواب صلابت جاہ اپنی والدہ اجالا بیگم صاحبہ اور خواہرہ احمد النساء بیگم عدن باغ سے کنگ کوٹھی کے ایک مکان شادی خانہ نمبر (۱) میں منتقل ہو گئے جہاں اب ڈاکٹر سید عبدالمنان صاحب کا دواخانہ ہے اسی طرح نواب بسالت جاہ بھی اس مکان کے متصل شادی خانہ نمبر (۲) مع اپنی والدہ راحت بیگم صاحبہ منتقل ہو گئے۔ پھر چند سال بعد نواب صلابت جاہ شادی خانہ کے مکان سے نکل کر مسٹر زال رستم جی تحصیلدار کے مکان واقع فتح میدان میں کرایہ سے فروکش رہے۔ تین سال تقریباً وہاں رہنے کے بعد حمایت نگر میں ڈاکٹر ملنا کے مکان (HYGEIA) میں رہے۔

صفات حسنہ

نواب صلابت جاہ کی مصروفیت، ان کی دلچسپیوں اور ان کے شوق و ذوق کے بارے میں بہت کم معلومات ملتے ہیں۔ ان کا زمانہ کچھ دور کا زمانہ نہیں ہے آج بھی ان کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ محلات شاہی میں پرورش پانے والے شہزادوں میں جو مغرورانہ خود پرستی کا میلان، بے جا اسراف کا رجحان اور شاہانہ نمود و نمائش کے جو مظاہر نظر آتے ہیں ان کی ادنیٰ جھلک بھی شہزادہ ممدوح کی ذات ستودہ صفات میں پائی نہیں جاتی تھی۔ ان کے اطراف نہ خوشامدی مصاحبوں کا جمگھٹا تھا نہ ان کے دوستوں کا حلقہ، وہ فطرتاً شریفانہ خصائل کا حسین مرقع تھے۔

آغا حیدر حسن سے دوستانہ روابط

محترم جناب معظم حسین صاحب (ریٹ۔ سی۔ یس) نے فرمایا کہ ایک مضمون انگریزی میں آپ نے اپنے استاد و خسر آغا حیدر حسن مرزا دہلوی مرحوم (پروفیسر اردو نظام کالج) پر لکھا تھا جس کا ترجمہ اردو میں محترمہ سلطانہ شرف الدین احمد صاحب نے کیا اور یہ ترجمہ اخبار سیاست نے ۱۹۷۰ء میں قسط وار شائع کیا تھا۔ اسی دوران آپ کی اہلیہ محترمہ جناب مہر النساء بیگم صاحبہ نے "مکاتب نواب صلابت جاہ بنام آغا حیدر حسن مرزا" کے عنوان سے اخبار سیاست مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۷۰ء میں نواب صلابت جاہ کے خطوط شائع کئے۔ معلوم ہوا کہ آغا صاحب مرحوم اور نواب صلابت جاہ کے آپس میں بڑے گہرے دوستانہ تعلقات اور بے تکلفانہ مراسم تھے جس زمانے میں آغا صاحب مرحوم کا قیام "حیدر منزل" واقع اے سی گارڈز میں تھا نواب صلابت جاہ روزانہ شام کو آغا صاحب کے ہاں آتے تھے اور گھنٹوں ان کے دیوان خانے میں علمی و ادبی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی، نواب صلابت جاہ شاعر بھی تھے اور بغرض اصلاح آغا صاحب کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ اس دوران گفتگو کسی اور کو دیوان خانے میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ جب بھی شہزادہ ممدوح کی سواری آتی آغا صاحب کے سب ملاقاتی رخصت

ہو جاتے۔ آغا صاحب کا دیوان خانہ مشرقی تہذیب اور آرائش و زیبائش کا دلکش نمونہ تھا۔ صوفوں اور کرسیوں سے معریٰ اور فرش وگاؤ تکیوں سے آراستہ رہتا۔ آغا صاحب کے مراسم اعلیٰ عہدہ داروں سے بھی تھے اور سیاسی زعما سے بھی۔ شعراء اور ادیب بھی آتے رہتے تھے کیوں کہ آغا صاحب کی پرکشش باغ و بہار شخصیت ہی ایسی تھی۔ جب بھی پنڈت نہرو اور سروجنی نائیڈو کا حیدرآباد میں ورود ہوتا تو آغا صاحب سے ملنے ان کے گھر ضرور آتے۔ سرمہاراجہ کشن پرشاد صدالمہام حیدرآباد آغا صاحب کا بڑا لحاظ کرتے تھے اور اکثر ان کے گھر آیا کرتے تھے۔ اپنے ہر ملاقاتی سے آغا صاحب بڑی خندہ پیشانی سے اپنے دیدہ زیب فرش پر ملاقات کرتے۔ نواب صلابت جاہ کے لئے بھی کوئی خاص نشست کوئی صوفہ یا کوئی جگہ مختص نہ تھی۔ شہزادے ممدوح بھی بے تکلفانہ اسی فرش پر بیٹھے آغا صاحب سے مصروف تکلم رہتے۔

آغا صاحب کے دِل میں شہزادہ کی توقیر

جناب معظم حسین صاحب نے فرمایا کہ آغا صاحب کے ہاں اگرچہ سیاسی رہنما آتے جاتے تھے مگر وہ سیاسی گروہ بندیوں سے دور تھے باایں ہمہ حکومت وقت شہزادہ صلابت جاہ کے آغا صاحب سے دوستانہ مراسم اور ان کے آپس کے میل جول کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا کرتی بارہا حکومت نے کوشش کی اور ہر طرح آغا صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ نواب صلابت جاہ کو اپنے گھر آنے سے منع کریں اور روکیں لیکن آغا صاحب بھی بڑے جری اور صاف گو تھے۔ ہر "انکوائری" اور باز پرس کا یہی جواب دیا کہ نواب صلابت جاہ کو میں اپنے گھر آنے اور مجھ سے ملنے کو کبھی منع نہیں کر سکتا ہاں حکومت خود انہیں میرے گھر آنے اور مجھ سے ملنے کو منع کر سکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نواب صلابت جاہ تادم آخر آغا صاحب کے گھر آتے اور ملتے رہے اور حکومت کو یہ جسارت نہ ہوئی کہ اس باوقار شہزادے پر کوئی پابندی عائد کرے۔

آغا صاحب سے شہزادہ کی یگانگی

جناب معظم حسین صاحب نے اپنی یادداشت کا ورق الٹتے ہوئے بتایا کہ جس زمانہ میں شہزادہ صلابت جاہ آغا صاحب کے گھر آتے تھے اس وقت آغا صاحب کی صاحبزادی یعنی بیگم صاحبہ جناب معظم حسین صاحب چھوٹی بچی تھیں اور انکے فرزند آغا سرتاج حسن مرزا بھی بچے تھے نواب صلابت جاہ کی خواہش تھی کہ دونوں بھائی بہن انھیں " ابا بھائی " کہہ کے پکاریں چنانچہ دونوں انہیں " ابا بھائی " ہی کہتے تھے اور نواب صلابت جاہ پیار سے " منو " اور " سرتاج " کہہ کے بلاتے۔

شہزادہ کا تحفہ

نواب صلابت جاہ نے اپنی ایک قدیم قیمتی انگشتری ہیرے اور سرخ یاقوت سے مرصع آغا صاحب کو تحفتہً دی تھی جس کو آغا صاحب مرحوم ہمیشہ اپنی انگشت میں پہنے رہتے تھے یہ وہی انگشتری تھی جسے اعلیٰ حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خان آصف جاہ سادس نے اپنے صغر سن عزیز شہزادہ کو بطور تعویذ دی تھی۔

شہزادہ کی کرکٹ سے دلچسپی

جناب معظم حسین صاحب نے بیان کیا کہ اس زمانہ میں سکندرآباد ریس کورس پر " بہرام الدولہ کرکٹ ٹورنامنٹ " منعقد ہوا کرتے تھے جس میں بیرون ہند کی ٹیمیں بھی شریک مقابلہ رہتی تھیں۔ جناب معظم حسین صاحب ان دنوں نظام کالج کرکٹ ٹیم کے کپتان تھے اس لیے کرکٹ سے دلچسپی کے ان میچوں کو دیکھنے سکندرآباد ریس کورس جایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ نواب صلابت جاہ بڑی پابندی اور دلچسپی سے کرکٹ دیکھنے سکندرآباد رونق افروز ہوتے تھے۔ ان کے لیے شامیانے میں سب سے آگے مخصوص صوفہ رہتا جس پر وہ بیٹھے رہتے۔ لنچ کے وقت کبھی کبھار اپنی قیامگاہ جاتے ورنہ اکثر وہیں ڈیرہ میں لنچ تناول فرماتے کھیل کے اوقات اور لنچ کے درمیان انھیں قریب سے دیکھنے کے مواقع ملتے تھے۔ وہ بہت

کم سخن تھے کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ انداز طبع تحکمانہ نہ تھا لیکن شخصیت میں رعب و دبدبہ کی شان نمایاں رہتی ۔

شہزادہ کی شان تمکنت

آخر میں محترم جناب معظم حسین صاحب نے بڑے پُر اعتماد لہجہ میں انکشاف کیا کہ وہ یو۔ین۔او (U.N.O.) امریکہ میں بہ حیثیت اعلیٰ عہدہ دار رہے ہے ۔ لندن میں قیام کیا ملکہ سے ملے ۔ مشرق و مغرب کے ملکوں میں رہنے سہنے کا اتفاق ہوا ۔ متعدد حکومتوں کے صدور سے ملاقاتیں رہیں ۔ بڑے بڑے وزرائے اعظم سے گفتگو رہی ۔ بادشاہوں کو بھی دیکھا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ نواب صلابت جاہ میں یہ ایک خاص بات تھی جو بہت نمایاں تھی وہ شاہانہ وقار اور بُرد باری تھی جو کسی میں نہیں پائی ۔ ہمارے لئے محترم معظم حسین صاحب جیسے جہاں نورد سنجیدہ و فہمیدہ شخصیت کا بیان نواب صلابت جاہ کی عظمت کی ایک معتبر سند ہے ۔

شہزادہ پر حکومت کی مشتبہ نظریں

نواب صلابت جاہ کی طبیعت بڑی سیدھی سادی تھی ۔ سیاست سے وہ ہمیشہ دور رہے ۔ ناپاک سازشوں سے کبھی ان کا دامن آلودہ نہیں ہوا لیکن حاشیہ برداران حکومت نے انھیں تخت و تاج آصفی کا ایک مدعی بنا کر بادشاہ وقت کے کان بھرے ۔ ان کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلائی گئیں اور ان کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کرنے کی بھی کوششیں ہوئیں اگرچہ اس قسم کی سازشیں نواب صلابت جاہ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں لیکن حساس دل اور غیور طبع شہزادہ کا متاثر ہونا لازمی تھا ۔ وہ کہتے تو کچھ نہ تھے مگر خاموشی سے سب کچھ برداشت کر جاتے تھے ۔

جناب معظم حسین صاحب کے آغا صاحب پر انگریزی میں لکھے ہوئے مضمون کے اردو ترجمہ کے ایک اقتباس میں ان ریشہ دوانیوں کا عکس نظر آتا ہے جو نواب صلابت جاہ اور ان کے قدردان دوست آغا حیدر حسن مرزا کے خلاف جاری تھیں :۔

"صبح آغا کو استفسار کے لئے پولیس نے بلا بھیجا۔ اس میں نہرو کی آمد اور ان کی اپنی صلابت جاہ سے دوستی کو سازش کی ایک کڑی بنا دیا گیا الزام تھا کہ وہ بیرونی طاقتوں اور حیدرآباد کی ان سربرآوردہ شخصیتوں سے سازش کر رہے ہیں جو "پہلے نظام" تک قریبی رسائی رکھتی تھیں تاکہ حکمراں نظام کو ہٹا کر ان کے چھوٹے بھائی کو جانشین کیا جائے"۔

"------- عجیب عجیب سوالات کئے جاتے رہے۔ تحقیقات کا یہ سلسلہ برسوں چلتا رہا یہاں تک نظام کالج میں لیکچر کے درمیان سے کبھی انھیں بلوایا جاتا۔ تقریباً تیس سال بعد یہ بادل چھٹے"۔
(اخبار سیاست مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۷۸ء)

شہزادہ کا معاشقہ

نواب صلابت جاہ پر لکھتے ہوئے ہم اس واقعہ کو نظرانداز نہیں کرسکتے جو اگرچہ ایک رازِ سربستہ ہے لیکن جوان کی زندگی پر اثرانداز ہوئے بغیر نہ رہا۔ وہ راز ان کا معاشقہ ہے! یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ شادی خانہ (کنگ کوٹھی) میں مقیم تھے۔ کب، کہاں اور کن حالات میں وقوع پذیر ہوا مگر یہ ایک واقعہ ہے کہ انہیں ڈاکٹر ولنکر کی جوان عمر پیکر حسن و جمال لڑکی "لیلا ولنکر" سے محبت ہوگئی۔ چند سے ملاقاتیں رہیں لیکن بات اتنی سی قیامت ہوگئی حکومت درمیان میں تفرقہ انداز ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جدائی شہزادہ کے دل کا داغ بن کر رہ گئی۔

شہزادہ کے خطوط

نواب صلابت جاہ کے حالات کے جو کھٹے میں پروفیسر آغا حیدر حسن مرزا دہلوی (سابق پروفیسر اردو نظام کالج) کی شخصیت اہم اور نمایاں جگہ رکھتی ہے۔ کہنے کو تو صرف پانچ خط نواب صلابت جاہ کے بنام آغا صاحب شائع ہوئے ہیں لیکن ان خطوں میں جذبات و احساسات کی ایک دنیا سمائی ہوئی ہے۔ ان خطوں سے ظاہر ہے کہ وہ آغا صاحب کو اپنا سچا دوست اور ہمدرد جانتے تھے اور اپنی خوشی و غمی کے جذبات بغیر کسی تامل کے آغا صاحب سے بیان کرتے تھے۔

یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ باوجود شہزادہ ہونے اور ہر قسم کا عیش و آرام میسر ہونے کے ان کی روح بے چین اور دل افسردہ و غمگین تھا۔ اکثر خطوں میں اسی لئے "ناشاد آصفی" لکھا ہے۔ ان دو لفظوں میں غمِ دوراں کی پرچھائیاں بھی ہیں اور غمِ جاناں کی جھلکیاں بھی۔ یہ خطوط صلابت جاہ کی انشا پردازانہ صلاحیت کے غماز بھی ہیں جن کا طرزِ بیان دلکش اور متاثر کن ہے۔

شاعری :

نواب صلابت جاہ کو شاعری کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ اپنے نامور جلیل القدر والد اعلیٰ حضرت غفران مکان کے تخلص آصف کی مناسبت سے "آصفی" تخلص کرتے تھے۔ ان کی غزلیں وارداتِ عشق کا بہترین نمونہ اور جذباتِ محبت کی عکاسی کا متاثر کن مرقع ہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شاعری کا اعلیٰ اور فطری ذوق رکھتے تھے اور استادانِ سخن کے دواوین کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ ایک خط میں روزنامچہ کا بھی ذکر ہے لیکن افسوس کہ نہ وہ روزنامچہ موجود ہے نہ دو چار غزلوں کے سوا ان کا اور کلام دستیاب ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں اور ان کے مزید خطوط ناپید نہ ہوتے تو دکن کے ایک شہزادہ کا علمی و قلمی گلدستہ ہاتھوں میں ہوتا۔ وہ تو کہئے کہ محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ کا احسان ہے کہ ان خطوط کو شائع کیا ورنہ شہزادہ صلابت جاہ کی زندگی کا ایک اہم تابناک باب نگاہوں سے اوجھل رہتا۔ خط کے دو نمونے ہدیہ ناظرین ہیں۔

> آغا صاحب۔ آج صبح نو بجے نظام ساگر سے واپس ہوا۔ آج کل وہاں کی آب و ہوا نہایت پاک و صاف ہے اور ایک دو روز ٹھہرنے کا ارادہ کیا مگر نہ ہو سکا۔ وحشت ٹکنے نہ دی۔ پریشان خیالی نے بے چین کر دیا۔ ناچار واپس ہونا پڑا۔ جس خط کے متعلق میں نے لکھا تھا ہنوز اس کے جواب کا انتظار ہے۔ کیا حرج۔ آج نہیں تو کل آئیگا۔ یا نفی یا اثبات۔ بہ شکل نفی کاغذ کے گھوڑے تو بدستور دوڑتے رہیں گے میرا آدمی برابر آتا جاتا رہے گا۔ ہونے والے کام کس کے روکے رک سکتے ہیں؟ میں نے آج ایک نئی غزل

شروع کی ہے :-

مطلع:- عشق ترا کار فرما ہو گیا　　درد دل کا مسیحا ہو گیا

تیرا ہی ارمان ترے عشق میں　　میرا دل میرا کلیجہ ہو گیا

ایسے چھینٹے دختر رز نے دیئے　　پانی پانی زہد و تقویٰ ہو گیا

تیرے پاماموں نے جب فریاد کی　　حشر میں اک حشر برپا ہو گیا

کر کے دیوانہ چھپا لی شکل کیوں　　میں زمانہ میں تماشہ ہو گیا

ہائے تم کو آصفی کیا ہو گیا

یہ غزل ابھی ناتمام ہے اس لیئے اصلاح کے لیئے نہیں بھجوایا اور (۳) شعر کہنے کا ارادہ ہے۔ امید کہ آپ کے قرابت دار یعنی بھائی، بہن، بھانجی وغیرہ سب بخیر و عافیت ہیں۔

ناشاد آصفی

(میں نے آخری غزل جو بھجوائی تھی وہ واپس کی جائے تاکہ بیاض میں لکھوا دوں)

۲- آغا! شادی خانہ سے واپس ہونے کا ارادہ تو آج تھا مگر کل شب کو ۲ ۱/۲ ۱ بجے واپس ہو گیا۔ خوب دل لگی رہی۔ کچھ گانا بھی سنا جب مومن دہلوی کی یہ غزل شروع ہوئی ؎

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بے ساختہ آنسو نکل پڑے۔ ہر چند ضبط کرنا چاہا نہ ہو سکا۔ اس غزل کے اس شعر نے دل کے ہرے بھرے زخموں پر خوب نمک پاشی کی۔

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مقطع بھی خوب ہے

جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

آج صبح سے ایک اور غزل شروع کی ہے اب تک جتنے شعر موزوں ہوئے ہیں ملاحظہ میں پیش ہیں۔ بیگم صاحبہ کے استاد جی سے اپنے خیالات وجذبات کی کما حقہ داد کا امیدوار رہوں۔

آنکھ پر زلف جو بکھر آئی ہے — سر میخانہ گھٹا چھائی ہے
اپنے آئینۂ دل پر ہوں نثار — تیری صورت مجھے دکھلائی ہے
رخ گلگوں نظر آیا جب سے — دل کے داغوں پہ بہار آئی ہے
کون واقف تھا تری صورت سے — وجہ شہرت مری رسوائی ہے
لب خاموش سے سن لو حالت — یاں کسے طاقت گویائی ہے
فکر ہے رشک کروں تو کس سے — ساری دنیا تری شیدائی ہے

ایک اور مصرع ذہن میں آیا ہے "موت کی آج قضا آئی ہے"
خدا نے چاہا ایک دو روز میں غزل کی تکمیل ہو جائے گی۔

نا شاد آصفی

منو کی سال گرہ کب ہے؟

نواب صلابت جاہ کا انتقال

حمایت نگر کے بنگلہ میں سال دو سال رہنے کے بعد نواب صلابت جاہ سوما جی گوڑہ (پنجہ گٹہ) کے ایک مکان "بن ہور" میں سکونت اختیار کی یہی وہ مکان ہے جس میں نواب صاحب کلیانی مرحوم کے پس ماندگان رہتے ہیں اسی مکان میں ایک ہفتہ کی مختصر علالت کے بعد حرکت قلب بند ہو جانے کے سبب بروز جمعہ ۱۵ ذی قعدہ ستہ ۱۳۵۲ھ (۲۹ فروری ۱۳۴۳ف) (۲ مارچ ۱۹۳۴ء) بوقت عصر شہزادہ صلابت جاہ کا انتقال ہو گیا اس وقت ان کی عمر صرف ستائیس ۲۷ سال تھی۔

حضور نظام نے سفر گلبرگہ ملتوی کردیا

جب نواب صلابت جاہ کی ناسازئ مزاج کی اطلاع حضور نظام کو ہوئی تو گلبرگہ شریف کے عرس میں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اسپیشل ٹرین اسٹیشن نامپلی پر تیار کھڑی تھی۔ سارا سامان اور خدام سوار ہو چکے تھے۔ سرکار کے حکم سے سب سامان وغیرہ اتار دیا گیا۔

غسل کا انتظام

انتقال کی صبح حضور نظام "بن ہور" تشریف لے گئے۔ غمزدہ ماں اور بہن کو تسلی دی۔ حسب الحکم سرکار مشائخ میں سید محمد پاشاہ حسینیؒ صاحب واعظ مکہ مسجد، حبیب سید حسن عیدروس صاحبؒ اور سید فرید پاشاہ صاحبؒ غسل میں شریک رہے۔

جنازہ لانے کے لئے جمعیت نظام محبوب کے عرب کا ایک دستہ سوماجی گوڑہ روانہ کر دیا گیا۔ امراء اور عہدہ دار صبح سے بنگلہ پر جمع ہونے لگے۔

انتقال کا سوگ

اگرچہ اس دن تعطیل کا اعلان نہیں ہوا لیکن سرکاری مدارس ودفاتر خود بہ خود بند کر دیئے گئے۔ میت گذرنے کے راستوں کے ذی احساس و وفادار دوکان داروں نے دوکانات بند رکھے بعض بازارات بھی بند رہے۔

جلوس جنازہ

حسب الحکم حضور نظام عالی مقام سوماجی گوڑہ سے میت مکہ مسجد لے جانے کا انتظام ہوا۔ خاص بات یہ تھی کہ حضور نظام نے میت کسی موٹر میں لے جانے کی بجائے جلوس کی شکل میں جنازہ کندھوں پر لے چلنے کی ہدایت کی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خود ذات شاہانہ نے بہ نفس نفیس پا پیادہ جلوس جنازہ میں شرکت کی۔ شہزادگان آصفی۔ امراء۔ عہدہ داران سرکاری اور مشائخ عظام بھی باادب شریک جلوس ہو کر چلتے رہے، جنازہ دوش بدوش

سوماجی گوڑہ (پنجہ گٹہ) سے خیریت آباد پھر اے جی آفس کے سامنے سے ہوتا ہوا باغ عام پہنچا اور وہاں سے فتح میدان آیا۔ گرمیوں کا زمانہ۔ مارچ کا مہینہ اور صبح دس بجے کا وقت اس کے باوجود حضور نظام شدید دھوپ میں بغیر سایہ اور بغیر کہیں ٹھہرے جنازہ کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے اور چھتری تک کھولنے سے منع کیا اس سے ظاہر ہے کہ حضور نظام کے دل میں اپنے بھائی نواب صلابت جاہ کا کتنا پاس ولحاظ اور کس قدر عزت وتوقیر تھی جو اپنے والد بزرگوار کے عزیز ترین فرزند تھے۔

"فتح میدان کے آخری حصہ پر جہاں سے توپ کا سانچہ کی سڑک شروع ہوتی ہے۔ نواب اعظم جاہ بہادر کے التماس پر حضور نظام موٹر کار میں بیٹھے۔ وہاں سے میت کے پیچھے پیچھے موٹر کاروں میں سارے اصحاب مشایعت کرتے رہے" ــــــــ دوپہر کی دھوپ میں حضور اقدس و اعلیٰ نے مرشد زادہ صلابت جاہ مرحوم کے جنازہ کے ساتھ پنجہ گٹہ سے فتح میدان تک تقریباً چار یا پانچ میل کی مسافت پا پیادہ طے فرما کے جو نظیر قائم فرمائی ہے وہ کسی بادشاہ کی فرمانروائی کے ریکارڈ میں نہ مل سکے گی" (روزنامہ صحیفہ یکشنبہ ۴ مارچ ۱۹۳۴ء)

میت کا انتظار

صبح گیارہ بجے سے لوگ مکہ مسجد میں جمع ہونے لگے۔ مکہ مسجد کے اندر اور باہر پولیس کا خاص انتظام تھا لوگ ساری مسجد میں پھیلے ہوئے جنازے کی آمد کے منتظر بیٹھے تھے۔ مشائخ عظام کی جماعت محراب مسجد سے متصل صف بستہ بیٹھی تھی۔ چارمینار۔ پتھر گٹی۔ عابد شاپ۔ فتح میدان پر مردوں اور عورتوں کا بڑا ازدھام تھا جو شدید دھوپ کی پروا کئے بغیر آخری دیدار کے لیے میت کے گذرنے کے راستوں پر کھڑے جنازہ کا انتظار کر رہے تھے

نماز جنازہ اور تدفین

ایک بجے کے قریب جنازہ مکہ مسجد پہنچا جس کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا اس کے

معاً بعد دوسو عربوں کی جماعت سرخ ٹوپیوں اور سیاہ شیروانیوں میں ملبوس میلاد خوانی کرتی ہوئی مکہ مسجد میں داخل ہوئی ۔ اس کے بعد کوتوالی کے جوانوں کا دستہ لاٹھیاں لئے ہوئے اندر آیا پھر جنازہ جس پر زرکار طلائی شامیانہ تانا گیا تھا۔ مسجد کے دروازے میں داخل ہوا جسے سید ھے محراب مسجد تک لایا گیا۔ اس اثنا میں حضور نظام کی سواری بھی آگئی ۔ بعد نماز ظہر نماز جنازہ خطیب مکہ مسجد حافظ سید ابراہیم رشید صاحب نے پڑھائی مگر ایک تکبیر زیادہ ہوجانے سے دوبارہ حبیب سید حسن عیدروس نے نماز جنازہ پڑھائی بعد ازآن اعلیٰ حضرت غفرانمکان کے مزار کے قریب میت لائی گئی سررشتہ ایوانات شاہی کے زیر اہتمام نواب زین یار جنگ انجینئر ایوانات شاہی نے قبر کی کھدوائی کا انتظام کیا تھا۔ نہایت سخت پتھریلی زمین ہونے کی وجہ سے بارہ فٹ گہری قبر کھودنی پڑی اور سیڑھیاں بنا کر میت قبر میں اتاردی گئی۔ اعلیٰ حضرت غفرانمکان کے مزار کے دائیں جانب شہزادہ کی تدفین ہوئی ۔ تدفین ہونے تک حضور نظام وہاں کھڑے رہے۔ مہاراجہ کشن پرشاد اس موقع پر اپنے سابقہ ولی نعمت غفرانمکان کے مزار کو لپٹ کر زارو قطار رو رہے تھے ۔ یہ ایسا الملاک منظر تھا جس سے افراد خاندان شاہی اور عوام سب ہی نہایت درجہ متاثر تھے۔ پونے دو بجے حضور نظام قصر کنگ کوٹھی واپس ہوئے۔

فرمان مبارک

اعلیٰ حضرت آصف سابع کا جو فرمان جریدہ غیر معمولی میں شہزادہ کے انتقال پر شائع ہوا وہ حسب ذیل ہے :-

جریدہ غیر معمولی

جلد (۶۵) حیدرآباد دکن، ۳۰ ر فروری ۱۳۴۲ ف - ۱۶ ر ذی قعدہ الحرام ۱۳۵۲ھ یوم شنبہ نمبر (۵)

بہ حکم جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت باتقابہم پیشکار و صدر اعظم

باب حکومت سرکار عالی۔

پیشگاہ اقدس سے شرف صدور لایا ہوا فرمان تعزیت نشان متر شدہ ۱۶ر ذی قعدۃ الحرام اطلاع عام کے لیے شائع کیا جاتا ہے۔

سید محمد مہدی معتمد صدر اعظم بہادر باب حکومت

فرمان

چوں کہ صلابت جاہ کا ایک ہفتہ کی علالت کے سلسلہ میں دفعتاً ۱۵ر ذی قعدہ جمعہ وقت عصر انتقال ہوگیا ہے لہذا دفن (جو کہ ۱۶ر ذی قعدہ کو ہوا مکہ مسجد میں) تا چہلم (۲۵ر ذی الحجہ) رئیس کے خاندان کی حد تک مراسم سوگ قائم رہیں گے۔

بایں وجہ کہ وہ حضرت مرحوم و مغفور کے صاحبزادے اور موجودہ رئیس کے برادر علاتی تھے لہذا اس قریبی رشتہ سے یہ حالت خاص تصور کی گئی ہے۔ چنانچہ دربار ذی الحجہ بھی ملتوی کر دیا گیا ہے جو کہ ۲۷ر ذی الحجہ یوم پنجشنبہ ہوگا بعد یہ مدت ختم کے۔

۲۔ گو کہ ایک یوم کی تعطیل عام (بلدہ کی حد تک) دفاتر و مدارس کو یوم تجہیز و تکفین دیدی گئی ہے تاہم یوم چہلم اسی طرح مزید ایک یوم کی تعطیل رہے گی۔

یہ جریدہ غیر معمولی میں شائع کر دیا جائے۔

شرح دستخط اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

۱۶ر ذی قعدہ الحرام ۱۳۵۲ھ

شرح دستخط سر امین جنگ

فاتحہ سیوم (زیارت)

نواب صلابت جاہ کا فاتحہ سیوم دوشنبہ ۱۸ر ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ (۵ر مارچ ۱۹۳۴ء) مکہ مسجد میں ۸ بجے صبح ہوا۔ خاص تعداد میں لوگ اس میں شریک ہوئے۔ مکہ مسجد میں سولہ[16] قرآن مجید موجود تھے اس کے علاوہ دیگر مساجد سے بھی قرآن شریف منگوائے گئے۔ جملہ پچیس[25] قرآن مجید ختم ہوئے۔ حضور نظام ۹ بجے مکہ مسجد تشریف لائے۔ تھوڑی دیر آپ نے بھی

قرآن مجید کی تلاوت کی۔

بعد اواں قاری محمد فخر الدین صدر مدرس مدرسۃ الحفاظ مکہ مسجد نے تلاوت شروع کی۔ مدرسہ کے حفاظ نے بھی فاتحہ خوانی میں حصہ لیا۔ بعد ختم حضور نظام نواب صلابت جاہ کے مزار پر گئے وہاں حفاظ متعینہ مقبرہ سلاطین آصفیہ نے فاتحہ پڑھی۔ حضور نظام کے ایماء پر سید محمد پاشاہ حسینی صاحب واعظ مکہ مسجد اور حبیب سید حسن عیدروس صاحب نے دعائے مغفرت کی۔ حضور نظام نے اس کے بعد مقبرہ کی تمام قبروں پر پھول چڑھائے اور فاتحہ پڑھی۔

قطعہ تاریخ وفات فرمودہ حضور نظام

فاتحہ خوانی کے بعد حسب ایمائے حضور نظام لفٹننٹ کرنل امیر سلطان صاحب نائب کوتوال بلدہ نے ایک مطبوعہ قطعہ تاریخی حاضرین میں تقسیم کیا جو درج ذیل ہے :

مادۂ تاریخ

ابن محبوب آن صلابت جاہ — ہم چو برق از جہان شتاب گزشت
گفت تاریخ از زبان دل عثمان — آہ در اولیں شباب گزشت
۱۳۴۳ ف

فاتحہ چہلم

نواب صلابت جاہ کا فاتحہ چہلم ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مکہ مسجد میں ہوا۔ عوام کثیر تعداد میں جمع تھے۔ قرآن خوانی ہوئی۔ حضور نظام بھی ۹ بجے تشریف لائے اور بعد فاتحہ خوانی مراجعت فرمائے، کنگ کوٹھی ہوئے۔

شہزادہ صلابت جاہ کی ہمشیر کا انتقال

یہ بھی ایک عجیب افسوسناک واقعہ ہے کہ نواب صلابت جاہ مرحوم کی ہمشیر شہزادی

احمد النساء بیگم کا اپنے بھائی کی وفات کے تقریباً دو ہفتہ بعد یوم شنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ وقت عصر مرض چیچک میں دفعتہً انتقال ہوگیا۔ اس وقت شہزادی مرحومہ کی عمر تیئس سال تھی اس وقت کے اخبار "صحیفہ" نے اس اندوہناک خبر کو ان الفاظ میں شائع کیا:۔

"رعایائے آصفی کو کیا خبر تھی کہ ایک اور بھی غنچۂ ناشگفتہ ہوائے چیچک کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے مرجھا جائے گا"

شہزادی احمد النساء بیگم کا انتقال عدن باغ (نارائن گوڑہ) کی عقبی عمارت میں ہوا۔ روز یکشنبہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ بعد غسل پونے گیارہ بجے عدن باغ سے میت اٹھائی گئی۔ عدن باغ سے مکہ مسجد تک سڑکوں پر جوانان کوتوالی ایستادہ تھے۔

جلوس جنازہ

جنازہ کے اطراف عرب ہاتھوں میں عود بتیوں کے سلگتے بنڈل لئے تکبیر پڑھتے چل رہے تھے۔ حضور نظام نے جنازہ بغیر موٹر پا پیادہ چلنے کی ہدایت کی تھی۔ چنانچہ خود حضور اقدس نے دھوپ کی تمازت میں پل افضل گنج کی ابتداء تک پا پیادہ مشایعت فرمائی۔ بعد ازاں موٹر کار میں سوار ہوئے۔ بارہ بجے جنازہ مکہ مسجد پہنچا اور محراب مسجد کے پاس رکھ دیا گیا۔

مرحومہ کے صفات کا تذکرہ

نماز ظہر کا انتظار تھا۔ حضور نظام مسجد میں تشریف فرما تھے اور ان کے اطراف مشائخ عظام۔ عہدہ دار اور امراء بیٹھے تھے" اخبار صحیفہ" کے الفاظ میں "اس اثناء میں حضور اپنی مرحومہ بہن کے صفات حسنہ کا تذکرہ فرماتے رہے کہ وہ نہایت بُردبار و خوددار و شائستہ و ادب شناس صاحب زادی تھیں جن کی وفات کا صدمہ ان کی والدہ صاحبہ کے لئے ناقابل برداشت ہے یوں تو فرزند کا داغ مفارقت بھی کچھ کم نہیں مگر وہ باہر نکلنے والے اور دن رات میں کم ملنے والے تھے۔ اس صاحب زادی کا ساتھ چوبیس گھنٹے کا تھا۔ یہ داغ اس سے

بہت زیادہ المناک و غم فزا ہے وغیرہ وغیرہ"۔

نماز جنازہ اور تدفین

نماز ظہر کے بعد خطیب مکہ مسجد حافظ ابراہیم رشید صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد نماز مقبرہ میں میت لائی گئی ۔ قناتوں سے مقبرہ کو گھیر لیا گیا تھا ۔ ان کی تدفین نواب صلابت جاہ کی قبر کے متصل ہوئی ۔ حضور نظام کے اشارے پر حبیب احمد عیدروس نے قبر پر تلقین اور دعائے مغفرت پڑھی ۔ اس کے بعد حضور نظام نے مراجعت فرمائی ۔ تمام سرکاری دفاتر و مدارس کو اس دن تعطیل دی گئی تھی ۔

شہزادی کا فاتحہ سیوم

شہزادی احمد النساء بیگم کا فاتحہ سیوم سہ شنبہ ۴ ذی الحجہ الحرام ۱۳۵۲ھ مکہ مسجد میں ہوا لوگ کثیر تعداد میں جمع تھے پچاس قرآن مجید پڑھے گئے ۔ خود حضور نظام نو بجے تشریف فرما ہوئے اور فاتحہ سیوم میں شرکت کی ۔ قاری فخر الدین صاحب نے فاتحہ کا آغاز و اختتام کیا بعدازاں مزار پر فاتحہ ہوا ۹½ بجے حضور نظام واپس ہوئے ۔

تاریخ وفات فرمودہ حضور نظام

مکہ مسجد میں بعد فاتحہ زیارت حضور اقدس و اعلیٰ کا فرمودہ قطعہ تاریخ وفات سفید کاغذ پر مطبوعہ تقسیم کیا گیا جو درج ذیل ہے :۔

ناگہاں احمد النسا بیگم — بنت محبوب آہ کرد قضا

گفت تاریخ رحلتش عثمان — سوئے جنت برفت زین دنیا

۱۳۴۳ ف

فرمان تعزیت

شہزادی احمد النساء بیگم مرحومہ کے انتقال پرملال پر جو فرمان جریدہ غیر معمولی میں

شائع ہوا وہ حسب ذیل ہے:

جریدہ غیر معمولی

جلد (۵) حیدرآباد دکن ۱۲ ر اردی بہشت ۱۳۴۳ ف م ۲ ر ذی الحجہ الحرام ۱۳۵۲ ھ

یوم یکشنبہ نمبر (۶)

بہ حکم عالی جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

بندگان عالی کے آستان .... مکان سے عز ورود لایا ہوا فرمان حسرت نشان مترشدہ ۲ ر ذی الحجہ الحرام بکمال حزن و ملال اطلاع عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے

نقط

سید محمد مہدی معتمد صدر اعظم باب حکومت

فرمان

یہ بہت افسوس کا مقام ہے کہ صلابت جاہ کے انتقال کو دو ہفتے مشکل سے گذرے تھے کہ ان کی حقیقی ہمشیرہ (جن کا نام احمد النساء بیگم تھا) اور جو کہ اپنے برادر سے صرف ہم سال عمر میں چھوٹی تھیں ایک ہفتہ مرض چیچک میں مبتلا ہو کر دفعتہً یکم ذی الحجہ یوم شنبہ بوقت عصر انتقال کر گئیں۔ چوں کہ یہ حضرت مرحوم و مغفور کی صاحب زادی تھیں ان خاص حالات کے تحت یوم تدفین (یعنی آج) صرف ایک روز کی عام تعطیل مدارس و دفاتر (بلدہ کی حد تک) کو دی گئی۔ البتہ چہلم اس لڑکی کا از روئے حساب ۱۰ ر محرم کو ہوگا اور یکم محرم سے ایام عزا شروع ہو جائیں گے۔ لہذا جو دربار ۲۷ ر ذی الحجہ کو قرار دیا گیا تھا وہ یہ مدت ختم ہونے تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ البتہ بعد اربعین علیہم السلام (۲ ر ربیع الاول شریف میں) کوئی تاریخ اس کے لئے مقرر ہوگی۔ فاتحہ سیوم مکہ مسجد میں یوم شنبہ ۴ ر ذی الحجہ صبح ۹ بجے ہوگی۔

جریدہ غیر معمولی میں یہ طبع کر دیا جائے۔

شرح دستخط مبارک
اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم المقامی

ان تمام واقعات کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت نظام آصف سابع کو اپنے علاتی بھائی بہن سے کتنا اُنس اور کس درجہ محبت تھی اور ان کی عزت و توقیر کتنی ان کے دل میں تھی۔ بحیثیت بادشاہ وقت حضور نظام نے جس احترام سے ان دونوں بھائی بہن کے مراسم عزاداری انجام دیئے واقعی وہ ایک یادگار تاریخی واقعہ ہے جسکی مثال نہیں ملتی۔

شہزادہ نواب صلابت جاہ نے شادی نہیں کی تھی ان کے کسی محل کے ہونے کا ثبوت بھی فراہم نہ ہوسکا اس لئے ان کے صلب سے کوئی اولاد نہیں ہے۔

نواب صلابت جاہ کے انتقال کے چند سال بعد ہی جناب اجالا بیگم صاحبہ کی بھی وفات ہوگئی۔ ان کی تدفین مکہ مسجد میں آصف جاہی مقبرے کے باہر ہوئی۔ بجانب مشرق پہلی قبر اجالا بیگم صاحبہ کی ہے۔

اعلیٰ حضرت غفران مکان کے چھوٹے صاحب زادے نواب بسالت جاہ بہادر اس وقت بقید حیات ہیں اور حیدرآباد میں مقیم ہیں۔ چند سال پہلے جب آپ بنگلور میں مقیم تھے تو آپ کی والدہ جناب راحت بیگم صاحبہ کا انتقال بعمر سو سال ہوگیا۔ بنگلور ہی میں تدفین عمل میں آئی۔